امبریش کشور

بیگم حضرت محل

جنگ آزادی کا ایک شعلہ

زمانے سے جو ڈرتے ہیں، ذلیل و خوار ہوتے ہیں
بدل دیتے ہیں جو ماحول، وہ خود دار ہوتے ہیں
ہزاروں ڈوبتے ہیں ناخداؤں کے بھروسے پر
چلاتے ہیں جو خود چپو وہ اکثر پار ہوتے ہیں

اودھ کی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش نام ـــ بیگم حضرت محل، جو پورے ملک کے لیے ایک منبع تحریک بنا، وہ قومی آزادی کے مقصد کے لیے بنیاد کا پتھر بن گئیں۔ عام طور پر اودھ کے فرماں روا واجد علی شاہ کی بیگم کی حیثیت سے مشہور حضرت محل کی آمد نواب کے حرم 'پری خانہ' میں بطور ایک کم سن حسینہ کے ہوئی۔ ان کے بے پناہ حسن کو دیکھ کر واجد علی شاہ بہت متاثر ہوئے اور ان کی ستائش میں یہ شعر پڑھا ؎

پسینہ تھا خوشبو میں اس کا گلاب
پری کی مہک، اس نے پایا خطاب

'مہک پری'، کو 'اندر سبھا' کے رقص و موسیقی کا ماحول راس نہیں آیا اور وہ فرصت کے اوقات تاریخ کے اوراق الٹنے میں گزارنے لگیں۔ انھیں اپنا آئیڈیل نواب نصیر الدین حیدر کی سوتیلی ماں بادشاہ بیگم کی شخصیت میں ملا، جنھوں نے اپنی ریاست کے لیے فرنگیوں کے خلاف مہم چھیڑی تھی۔ بیگم کے بیٹے شہزادہ رمضان علی برجیس قدر بہادر کے جشنِ پیدائش کے موقع پر جانِ عالم نے انھیں افتخار النسا بیگم کا خطاب دیا۔ ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو جب واجد علی شاہ برسرِ اقتدار آئے تو انھوں نے بیگم کو محمدی نگر اور جلال آباد کی جاگیر دار بنایا اور نواب حضرت محل صاحبہ کے خطاب سے نوازا۔

۱۳ فروری ۱۸۵۶ء کو چیف کمشنر سر جیمس آؤٹرم نے اودھ کے تاجدار کو چالاکی سے گھیر کر اور ریاست میں بدنظمی کا الزام لگا کر اقتدار سے محروم کر دیا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی جانِ عالم کلکتہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

اودھ کے عوام میں اس واقعہ پر بہت غم و غصہ تھا۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد فرنگی حکومت سے بے اطمینانی کے سبب انگریز حکمرانوں کے خلاف بغاوت ہو گئی اور شہر لکھنؤ بغاوت کی آگ میں جلنے لگا۔ تجربہ کار وزرا سے مشورہ کر کے بیگم حضرت محل نے ۹ جولائی ۱۸۵۷ء کو بے سمت انقلابیوں کو قیادت فراہم کرنے کے ارادے سے اپنے نابالغ بیٹے برجیس قدر کی تاج پوشی چاندی والی بارہ دری میں کر دی؛ اس طرح بیگم صاحبہ اب جناب عالیہ بن گئیں۔

بیگم چولکھی کوٹھی میں بیٹھ کر بڑی مہارت سے راج کاج سنبھالنے لگیں۔ ان کی انتظامی صلاحیتوں کی ستائش کرتے ہوئے برطانوی مورخ رسل نے لکھا ہے:

"بیگم بڑی طاقت اور لیاقت والی عورت ہیں۔ انھوں نے پورے اودھ کو اپنے تخت نشین بیٹے کا ساتھ دینے کے لیے تیار کر لیا ہے اور ان کی آواز میں وہ دم ہے کہ فوجی سرداروں نے ان کے بیٹے کی وفاداری میں ساتھ نبھانے اور جان گنوانے کی قسمیں کھا رکھی ہیں۔"

اتنا ہی نہیں وہ اپنی فوج کے لیے قیصر باغ بارہ دری کے تہہ خانے میں حتی الامکان رسد اور ہتھیار جمع کرنے لگیں۔ سپاہیوں کی تنخواہیں بڑھا کر ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے وہ اپنے قیمتی زیور اور جواہرات بھی نیلام کرنے سے نہیں ہچکیں۔

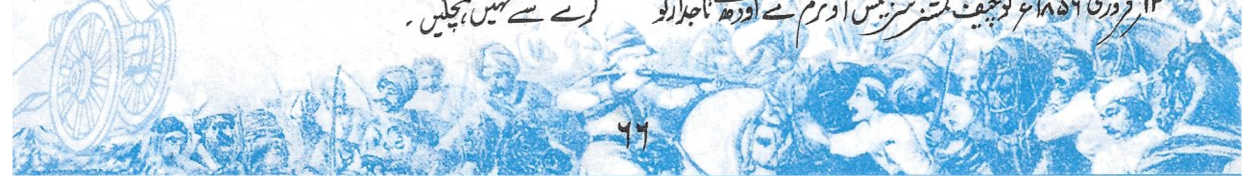

اودھ کی اس جنگِ آزادی میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں نے حصّہ لیا جن میں سے تقریباً ۵، ہزار سپاہیوں نے آزادی کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دے دی۔ چینہٹ، سکندر باغ، قدم رسول، بیگم کوٹھی، بیلی گارد، دلکشا، قلعہ جلال آباد اور عالم باغ میں زبردست لڑائیاں ہوئیں۔ بیگم کی فوج میں خاص ہستیاں جنرل برکت احمد، مولوی احمد اللہ شاہ سپہ سالار دیبی بھی ہنومان اور وزیرِ اعظم ریاست بال کرشن رہے۔ جب کہ انگریزی فوج کو سر ہنری لارنس، جنرل نیل اور میجر ہڈسن جیسے جنگ بازوں کی جان گنوانا پڑی۔

۲۵ فروری ۱۸۵۸ء میں گومتی کے کنارے موسیٰ باغ میں اس تحریکِ اودھ کی آخری محاذ آرائی ہوئی۔ بیگم حضرت محل نے مردانہ لباس میں خود ہاتھی پر سوار ہو کر جنگ کی قیادت کی اور فوجیوں کا حوصلہ بڑھایا۔ لیکن جہاں ایک طرف بیگم کے ساتھ جانباز سپاہی تھے وہیں انگد تیواری، میر واجد علی، خورد محل اور قنوجی لال جیسے غدّار بھی تھے جو اپنے ذاتی مفاد کے لیے غدّاری کرنے سے نہیں چوکے۔ سر کالن کیمپبل، ان غدّاروں اور نیپالی سردار رانا جنگ بہادر کے گورکھا دستہ کی مدد سے بغاوت کو کچلنے میں کامیاب ہو گیا۔ بیگم کو باغی قرار دے کر ان کی تمام جائیداد اور جاگیر ضبط کر لی گئی۔

اس کے باوجود بیگم نے اودھ کے راجاؤں اور تعلقداروں کی مدد سے آزادی حاصل کرنے کی پھر کوشش کی لیکن جاگیرداروں کے نجی مفادات اور منتشر سیاسی قوت کے سبب یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔ بالآخر بیگم کو نیپال میں سیاسی پناہ ملی۔ یہ بھی ستم ظریفی ہی ہے کہ جہاں نیپالی سردار نے تحریکِ آزادی کو کچلنے کا کام کیا وہیں نیپال کے بادشاہ نے بیگم کو سرکاری مہمان قرار دے کر پناہ دے دی۔

انگریزی حکومت نے انھیں آزادی کی ضد چھوڑ کر خاطر خواہ پنشن لے کر کلکتہ میں رہنے کا لالچ دیا، لیکن بیگم نے تکلف دہ مگر باعزت زندگی کو ہی بہتر سمجھا اور برطانوی حکومت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ نیپال ہی میں اپریل ۱۸۷۹ء میں ہندستان کی پُر وقار پہلی جنگِ آزادی کی اس عظیم مجاہدہ کا انتقال ہوا۔

بیگم حضرت محل کی بے مثال شخصیت، معمولی پس منظر والی ایسی ہندستانی خاتون کی داستان ہے جس نے شہرت حاصل کرنے میں آسمان کی اونچائیوں کو چھو لیا اور جس نے ثابت کر دیا کہ عورت کی شخصیت اپنے شوہر سے الگ بھی اور زیادہ ہمہ گیر ہو سکتی ہے۔ مورخ رسل نے ان کی تعریف میں کہا ہے:

"یقیناً بیگم حضرت محل کا وجود ان کے شوہر سے کہیں بہتر تھا"

بیگم حضرت محل کا نام جھانسی کی رانی لکشمی بائی اور دلّی کی زینت محل کی طرح ہی پہلی جنگِ آزادی کی تاریخ میں ابھرا۔ ان کی شخصیت اور ہمّت مجاہدینِ آزادی کے لیے منبعِ تحریک بن گئی۔ انگریزی حکومت سے نجات حاصل کرنے کے مقصد سے بیگم حضرت محل نے قومیت کی جس شاہراہ پر قدم رکھا، اس کا انجام بالآخر حصولِ مقصد کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندستان پھر سے ایک آزاد ملک کی حیثیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

—— ترجمہ: محمّد ظفر انصاری

بہادر شاہ ظفر..... صفحہ ۴۰ کا بقیہ

بادشاہ نے نذرانے کی جانب بڑے صبر و تحمل سے دیکھا اور منھ پھیر دیا۔ ان کی زبان سے نکلا:

"الحمدللہ! تیمور کی اولاد ایسے ہی سُرخرو ہو کر باپ کے سامنے آیا کرتی تھی۔"

ہندستان کی حکومت لوٹنے والوں نے کس بے عزّتی کے ساتھ بوڑھے بادشاہ کو رنگون بھیجا۔ اس کی دردناک کہانی لکھنے کا یہ محل نہیں ہے۔

اس طرح ۱۳۴ دن آزاد رہنے کے بعد دلّی پھر غلام ہو گئی۔

□□

تہذیب زبان سے پہچانی جاتی ہے۔ اُردو سے تغافل تہذیب کا خاتمہ ہے